اللہ کی حکمرانی

نہ کہ لوگوں کی!

سید احمد الحسن یمانی علیہ السلام

امام مہدی علیہ السلام کے سفیر اور وصی

نام کتاب	اللہ کی حکمرانی نہ کہ لوگوں کی !
مصنف	سید احمد الحسن ؑ
مترجم	گروہ مترجمان انتشارات انصار امام مہدی ؑ
طبع اول	مئی 2020
ھدیہ	اللهم صلّ على محمد و آل محمد الائمه و المهديين و سلّم تسليما كثيرا

دعوت مبارک سید احمد الحسن ؑ، یمانی موعود کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے لے لیے نیچے دی گئی ویب سائٹ پہ رجوع کیجیے

www. almahdyoon.org

مکتب سید احمد الحسن یمانی ؑ کا ایڈریس: نجف، مقابل منتدی النشر

فون نمبر: 078002 235092

مکتب نجف کا ایمیل ایڈریس : najafoffice24@ almahdyoon.org

سید احمد الحسن ؑ کا فیس بوک پیج ایڈریس

https://m.facebook.com/Ahmed.Alhasan./10313

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مطالب

انتساب **6**

مقدمہ **7**

ڈیمو کریسی (جمہوریت) کیا ہے؟ **10**

ڈیموکریسی کے تناقضات **16**

1-آمریت (dictatorship) ڈیموکریسی کے دل میں چھپا ہوا ہے. 16

2-دنیا کا عظیم ڈیموکرٹیک ملک آمریت سے چلایا جاتا ہے 17

3-ڈیموکریسی اور دولت 17

4-ڈیموکریسی اور آزادی 18

5-ڈیموکریسی اور دین 18

6-ڈیموکریسی گہوارہ سے قبر تک 19

ڈیموکریسی کا فکری حمتا **21**

عالمی مصلح منتظر کا مذھب 21

قوم کے ساتھ موسی کی کہانی 32

مصلح منتظر کیوں؟ **35**

1-دین 35

2-دنیا 36

1- قانون (آئین اور دوسرے قوانین) 39

2- بادشاہ یا حاکم 39

3-اللہ سبحان کی حاکمیت میں قانون و حاکم، کمال اور عصمت کے حامل ہیں. 43

انتساب

اللہ کے جانشین

امام محمد بن الحسن المہدی علیہ السلام

وہ مظلوم کہ جس کا حق پامال اور غصب ہو گیا۔

میرے والد! میری آنکھوں کا نور، میری جان کہ جو میرے وجود میں ہے۔

یہ وہ الفاظ ہیں کہ جن کے ذریعے میری کوشش ہے کہ آپ کو تسلی دوں اور آپ کے درد میں برابر کا شریک بن جاؤں.

پھر نیکی کرکے اس الفاظ کو میری طرف سے قبول کیجئے اگرچہ میں اس کے لائق نہیں ہوں۔

گناہ گار تقصیر کار

احمد الحسن

جمادی الاول 1425ھ.ق.

تیر ماہ سال 1383ھ.ش–July 2004 A.D (مترجم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ان آخری ایام اور تاریخ ساز لحات میں واقعے کے ایام — سخت اور نشیب و فراز والے ایام —کچھ افراد گہری کھائی میں سقوط کر رہے ہیں نتیجتاً اسی میں رہیں گے اور کچھ افراد اوپر کی طرف جانے لگے ہیں، نتیجتاً پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچیں گے اور ایک گروہ مست اور سرگرداں (نہ پہلے گروہ میں ہے نہ ہی دوسرے گروہ میں) ہواؤں کا گروہ کہ جس طرف ہوا کا رُخ ہو اسی طرف چلیں گے.

اس حساس اور تاریخ ساز لحات میں اھلِ زمین پر الہی امتحان کے لحات میں بہت سارے افراد جو کہ اسلام کا ادعا کرتے ہیں یا کسی بھی صورت اسلام کی نمائندگی کے مدعی ہیں (وہ سب) سقوط کریں گے (ساقط ہوں گے) اور معذرت کے ساتھ پہلا گروہ جو جہنم کی آخری گہرائی میں گرے گا وہ عالمان بے عمل ہیں کیونکہ وہ شیطانی بحث «لوگوں کی حاکمیت» کو پیش کرنے لگے ہیں یہ وہی طرزِ فکر ہے جو کہ ہمیشہ نبیوں، رسولوں اور ائمہ علیہم السلام کے دشمن پیش کرتے تھے، فرق بس اتنا ہے کہ اس بار شیطان بزرگ (امریکہ) اس (بحث) کو سامنے لایا ہے اسے آراستہ کیا اور لوگوں کی آنکھوں میں اسے خوبصورت اور دلنشین دیکھایا اور ان کے لیے اسے ایسے پکارا: «ڈیمو کریسی» یا آزادی یا آزاد انتخابات یا اس طرح کے کوئی نام؛ وہاں تک کہ یہ لوگ اسے انکار کرنے سے ناتوان ہوگئے اور ان کے درمیاں اختلافات کے ذریعہ انہیں شکست دی؛ نتیجتاً اس (ڈیمو کریسی) کے سامنے سر تسلیم خم کئے اور اس سوچ کے صاحبان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے لگے اور اس روسے علمائے بے عمل اور ان کے پیرو کار دین کا صرف چھلکہ (ظاہری حصہ) اور کھو کھلی گھٹلی کے سوا کچھ نہیں اور دین ان کے لقلقہ زبان کے علاوہ کچھ نہیں.

اور اِسی طرح اِن بے عمل علماء شیطان بزرگ کا نیزہ ہاتھ میں لیا اور امیر المؤمنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے دل پر مارا اور شوریٰ و سقیفہ کا پرانا زخم تازہ کر دیا۔ وہی زخم کہ جس نے خلیفۂ خدا کو اپنے حق سے دور کیا اور لوگوں کی حاکمیت کو مضبوط بنایا۔ وہی حاکمیت جو نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ نبیوں اور رسولوں اور آئمہ کو اور اسی ترتیب کیساتھ یہ بے عمل علماء نے نبیوں، رسولوں اور آئمہ علیہم السلام کو عزل کرنے اور انہیں بے دخل کرنے پر اقرار کیا اور اِن ستمگروں نے حسین بن علی علیہ السلام کو قتل کرنے کی بنیادوں کو مضبوطی فراہم کی۔

جو چیز مجھے بہت دکھ دیتی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی مِلتا ہی نہیں جو زمین پر حاکمیت خدائی سبحان و تعالیٰ کا دفاع کرے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو حاکمیتِ حق کا اعتراف کرتے ہیں اِس کا دفاع کرنے سے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں کیونکہ اِن کو اس حاکمیت کے تحفظ کے لیے اس گروہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا پڑتا جو ہر چیز کو جڑ سے اُکھاڑتا اور کوئی رحم اور شفقت نہیں رکھتا اور سب سے بُری اور دُکھ دینے والی بات یہ ہے کہ سب — حتیٰ اھلِ قرآن — تأسف کے ساتھ لوگوں کی حاکمیت کا اعتراف کرتے ہیں اس کے باوجود کہ پڑھتے ہیں: «قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ».[1] (پیغمبر آپ کہئے کہ خدایا تو صاحبِ اقتدار ہے جس کو چاہتا ہے اقتدار دیتا) اسے مان چکے ہیں؛ مگر کم تعداد میں جو کہ خدا کے عہد پر وفادار ہیں.

اور اِسی طرح بے عمل علماء نے دینِ خدا کا بنیادی محور (جو حاکمیت خدا اور اللہ سبحان و تعالیٰ کے ولی کی خلافت اور جانشینی ہے) تباہ و ویران کر دیئے اور نتیجتاً زمین پر اللہ کے خلفاء (یعنی اھل بیت علیہم السلام اور ان کا بازماندہ امام مہدی علیہ السلام کے لیے انتخابات اور ڈیمو کریسی سے جو کہ علمائے بے عمل اس کی طرف رہسپار ہو گئے ہیں (حکمرانی کے لیے) کوئی اثر باقی نہیں رہا حتیٰ کہ یہ بے عمل علماء (کلی اور جزئی طور پر) قرآن کریم سے مقابلہ کرنے لگے جبکہ اللہ سبحان قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

---

[1]۔ آل عمران، 26.

«إِنِّی جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیفَة»؛ [1] (میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں)

(اللہ تعالیٰ نے) حکم اور قانوں کو قرآن میں نازل فرمایا: مگر یہ لوگ حاکمیت یا جانشینی کو عوامی انتخابات اور اس قانون کے ذریعے تعیین کرتے ہیں جو کہ یہ خود بناتے ہیں اور اسی طرح یہ بے عمل علماء دینِ خدا سے بلکہ خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دشمنی کرنے لگے اور مردود شیطان (لعنۃ اللہ علیہ) کے صف میں کھڑے ہوگئے۔

اسی دلیل کے ساتھ میں نے ضروری سمجھا کہ اِن کلمات کو تحریر کردوں تا کہ سب پر حجت تمام ہو جائے اور جن کی دو آنکھیں ہیں ان کے لیے صبح واضح ہو جائے (حقیقت ظاہر ہو جائے)۔ اس کے باوجود کہ حق واضح ہے اور کسی طرح پوشیدہ نہیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اِس کلمات کو اپنی حُجتوں کی ایک حجت قیامت کے دن میں قرار دے۔ ایسی حجت جو کہ علمائے بے عمل اور ان کی تقلید کرنے والوں اور ان کے پیروکاروں کے خلاف ہو جو کہ خدا اور محمد آل محمد علیہم السلام کے خلاف دشمنی کرتے ہیں اور شیطان و طاغوت کی پیروی کرنے اور علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی اولاد علیہم السلام میں سے اماموں کی خلافت کو غصب کرنے پر اقرار کرتے ہیں!

[1]- بقرہ، 30.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اور حمد و ثناء صرف اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے: «وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى وَإِلَى اللهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ». [1] (اور جو اپنا روئے حیات خدا کی طرف موڑ دے اور وہ نیک کردار بھی ہو تو اس نے رسی ہدایت کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور تمام امور کا انجام اللہ کی طرف ہے)

ڈیموکریسی (جمہوریت) کیا ہے؟

ڈیموکریسی لوگوں پر لوگوں کی حکومت (عوامی راج) ہے جو کہ دو ارکانِ قانون گزار اور اجرا کرنے والا (صدارتی رکن) کے انتخاب سے تشکیل پاتی ہے اور ان دو ارکان کی صلاحیت، حقوق اور ذمے داریوں کو دستور (آئین) تعیین کرتا ہے۔ ہر جگہ (ہر ملک) کا دستور ممکن ہے تفصیلات میں دوسری جگہوں سے مختلف ہو جبکہ یہ اختلافات معاشرتی آداب و رسوم اور اقدار سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ ڈیموکریسی ایک پرانی نظریہ (Ideology) ہے اس طرح کہ اس کے بارے میں افلاطون کی ہزاروں سال پرانے تحریریں ہم تک پہنچی ہیں۔ لیکن عملاً مکمل طور پر یا اس شکل میں جو اس سوچ کی روح کے قریب ہو جس میں نظریہ ڈیموکریسی پیش ہوتی ہے زمین پر عملدرآمد نہیں ہوا مگر امریکہ میں (وہاں بھی) انقلاب کی جنگ کے بعد یا امریکی آزادی کے بعد وہی جنگ جس میں امریکی قوم (جس کی اکثریت اصل میں انگریز تھے) قابض ملک یا آبائی ملک ـبریتانیا ـکے خلاف لڑی تھی.

---

[1]- لقمان، 22

شاید بہتر ہو کہ یہاں قلم کو ایک امریکی کے ہاتھ دوں جو کہ امریکی ڈیموکریسی کا ماہر (مارتین دودج Martin Dodaj) ہے تاکہ ڈیموکریسی کو اپنی نئی زادگاہ میں ہمارے لیے وصف کر دے۔ جہاں وہ کہتا ہے:

ڈیموکریسی میدان میں آگئی کیونکہ لوگ چاہتے تھے کہ آزادانہ طور پر زندگی بسر کریں.. امریکی ڈیموکریسی خود باخود وجود میں نہیں آئی بلکہ کوششوں اور جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے۔ ڈیموکریسی کو لوگوں کو اپنے پیشوا بنایا... ڈیموکریسی ہمارے لیے بہت سارے مواقع پیدا کر دیتی ہے... یہاں تک کہ معاشرے میں ہر انسان کے کندھے پر ذمہ داری ڈال دیتی ہے... پھر راستے کو کامیابی اور بے انتہا ترقی تک آگے بڑھا دیتی ہے...

پھر آگے کہتا ہے:

ہم نے امریکہ میں جس نظام کی بنیاد ڈالی ہے اس کی تخلیق مکتب ڈیموکریسی سے ہوئی ہے جو اس نظام کے سائے کے علاوہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی دلیل سے ہم اس کی خوبیوں کے گرویدہ بن گئے اور ہمیں بھول گیا کہ ڈیموکریسی اپنی تخلیق کی راہ میں لمبے ایام گزار چکی ہے اور اس کے پودے سدیوں سال مسلسل جدوجہد کے بعد پھل دے چکے ہیں. نتیجتاً ڈیموکریسی ہمارے لیے حاصل ہوئی کیونکہ ہم نے ارادہ کیا تھا کہ ہم آزادانہ زندگی بسر کریں اور اس سے بیزار تھے کہ گروہ کی صورت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑے.

نظریہ ڈیموکریسی کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ خود حکومت کریں گے کسی کے ماتحت مطیع اور بندے ہوئے بغیر کیونکہ (اس نظام میں) لوگ پہلے مقام اور رتبے پر ہیں اور حاکم ارکان دوسرا رتبے اور مقام پر اور یا اسی شکل میں جو اس سوچ کی روح کے قریب ہو، جس میں نظریہ ڈیموکریسی پیش ہوتا ہے زمین پر عملدرآمد نہیں ہوا.

نظامِ ڈیمو کریسی کے سائے میں معاشرہ خود پر حکومت کرتا ہے اور عوام اہم ترین اداروں کو سنبھالتی ہے.

اما حاکم طاقتوں کے بارے میں انہیں اس طرح وصف کریں گے تو خطرناک ہو جائیں گے اور جب اس نظریہ کو انسانی تاریخ میں ڈھونڈیں تو کسی بھی طرح اس کا کوئی اثر نہیں ملتا کیونکہ (ہمیشہ) بادشاہوں، سلاطین اور آمر، لوگوں پر حکومت کرتے تھے اور اپنے رعایا کو انتہائی کم حقوق اور بے قدر ذاتی مراعات دیتے تھے۔ اس کے بغیر کہ اس رعایا کو حکومت میں کوئی مقام یا بولنے کا کوئی حق حاصل ہو اس لیے نہ ان کی کوئی عزت تھی نہ کوئی محافظ اور نہ کوئی پناہ گاہ۔ جبکہ ان پر سنگین مالیات (Tax) مقرر اور زبردستی ان سے وصول کیا جاتا تھا اور حتیٰ کہ انہیں صرف ایک اشارہ یا اعتراض کی وجہ سے پھانسی دے دی جاتی تھی.

پہلی جگہ جہاں ڈیمو کریسی کی بنیاد ڈالی گئی وہ سرزمینِ یونان تھی لیکن اس کی جڑیں (جو آج ہمارے لیے اہم ترین چیز ہے) سات صدیوں سے پہلے، بریتانیا میں جب بادشاہ «منشور کبیر» (ماگناکارتا Magna Carta) کو سنہ 1215 میں توثیق کیا تھا، (اس وقت سے) مضبوط ہو گئی تھی لیکن حقیقت میں بادشاہ اس کام کو انجام نہیں دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ سوچتا تھا کہ یہ ایک طرح کا سر تسلیم خم کرنا اور اپنے ساتھ ایک اور طاقت کے وجود کا اعتراف کرنا ہے۔ وہ وجود جو قدرت (بادشاہی) میں اسے کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔

واضح بات یہ ہے کہ حکومتوں کے سربراہان اور حاکم کمیٹیوں کے اراکین اس مقام اور طاقت سے جس کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اس سے دستبردار ہونا پسند ہی نہیں کرتے اور حتی ہمیشہ اپنے مقام کھو بیٹھنے کے خوف اور تشویش میں مبتلا ہیں۔

لیکن ڈیمو کریسی اس بات کو واضح کرتی ہے کہ طاقت عوام کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔

جب سے «ماگنا کارتا» بریتانیا میں منظور ہوا—اس منصوبے کے نتیجہ میں — تقریباً چار صدیوں سے بریتانیا میں کچھ سلسلہ واقعات رونما ہوئے اور اس کے باوجود کہ یہ عمل بہت سست رفتار تھا۔ لیکن آخر میں بریتانیا میں پارلیمانی نظام کے قیام پر ختم ہوا اور یہ اس وقت تھا کہ سترھویں صدی کی شروعات میں «سر ادوار کوک» (Coke, Sir Edward) مجلس عوام میں اٹھ کھڑا ہوااور جسورانہ انداز میں اور پہلی بارہ کچھ بادشاہی مراسم کو قانون کے مطابق نہ ہونے پر (منشور کے ساتھ متصادم ہونے پر) اس کے خلاف فریاد بلند کی اور اسی طرح یہ مراسم ناقابلِ اجراء ہوگئے۔

اور اسی طرح بریتانیا ڈیموکریسی کا گھوارہ بنا اس اختلاف کے ساتھ کہ اس طرح کے مراعات کو امریکہ میں اپنے مستعمرات (کالونی) کو نہیں دیا اور ڈیموکریسی ایک بادل کے ٹکڑے کی طرح ان کے باشندوں پر سایہ بناتا رہا.

ڈیموکریسی مستعمرات پر لگائی گئی پابندیوں (مثلاً آزادی کی راہ میں جدوجہد پر پابندی) کو ختم کرنے کی بجائے انہیں (مزید) بڑھادی اور جیسے کہ ہم جانتے ہیں یہ وہی وجہ تھی جس سے امریکی انقلاب کی آگ بھڑک اٹھی۔ وہی آگ جو کہ نئی دنیا میں سب سے طاقتور حکومت یعنی ایالت متحدہ امریکا (United States) کے قیام کا سبب بنی اور اس حکومت کے قیام آئین ڈیموکریسی کی بنیادوں کے استحکام استقلال اور منشور اور اس کے معروف ملحقات، یعنی منشور حقوق بشر کے اعلام کے ساتھ ہمراہ ہوگئے.

ہم اعتراف کرتے ہیں کہ اس مرحلے کے بعد ہم ایک مکمل اور بالغ حکومت تک رسائی حاصل نہیں کرسکے؛ اس کے باوجود ہماری سعادتمندی کے بارے میں آپ کی کیارائے ہے؟ ہماری آزادی کے بارے میں؟ ہماری ترقی اور خوشحالی کی سطح کے بارے میں؟ ہمارے نظامِ صحت کے بارے میں؟ اور ویسے ہی ہماری مادی و معنوی صحت کے بارے میں؟ جو کہ ہم یہ سب نظام ڈیموکریسی کے مرہونِ منت ہیں.

ہم یہ سب چیزوں کو پڑھنے والوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ غور سے مطالعہ کریں اور سوچیں! کیونکہ ہمارے پاس حکومت چلانے کے جو طرائق ہیں آسانی سے حاصل نہیں ہوئے ہیں! بلکہ مشقت اور بے انتہاء جدوجہد سے حاصل ہوئے ہیں۔

اور وہ اپنی بات کو اس طرح تمام کردیتا ہے: ہر قدم جو ہم نے اٹھایا. ڈیموکریسی نے ہمارے لیے بے کراں سعادتمندی کی طرف راستہ تیار کیا اور یہ اپنے ہر ایک پیروکار کے لئے دل پسند اور خوش لازوال زندگی کی پہنچ کو آسان بنانے کی صورت میں محقق ہوگئ۔ ایک پاداش کی صورت میں، ان کی ہر ایک کی ذاتی کوششوں کے بدلے میں.[1]

ہر مصنف مفکر کو اعتراف کرنا چاہیئے کہ ڈیموکریسی کا طریقہ تمام دوسرے سیاسی طریقوں کو جو کہ یورپ میں اور کچھ جنوبی امریکی ریاستوں ایشیاء اور افریقہ میں موجود تھے، اس سے پہلے کہ سیاسی میدان میں شکست سے دوچار کرے نظریے اور سوچ کے لحاظ سے شکست دے چکا تھا اور ان پر غلبہ کرنے کی دلیل یہ تھی کہ وہ تمام طریقے کے منشاء ایک ہی حقیقت سے ہے طاقت کو ایک فرد یا ایک خاص گروہ میں مرکوز کرنا اور یہ گروہ یا فرد اور غیر معمولی سوچ ایک طریقے کی تبعیت کرتے ہیں جو کہ یہ طریقہ ایک الہہ کی طرح، قانون اور سنت ایجاد کرتا ہے اور عوام کو بھی چاہیئے پوچھ گچھ کے بغیر اس پر عملدرآمد کرے. مضحک (اور ساتھ ہی رُلا دینے والی) بات یہ ہے کہ آجکل زیادہ تر آمرانہ اور فاسطائی نظاموں کے حکمران مدعی ہیں کہ ان کے پاس نظام ڈیموکریسی موجود ہے اور اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کہ ان کا نظام ڈیموکریسی ہے تو سروے (Serveys) عہد کی تجدید اور دکھاوے کے الیکشن منعقد کرتے ہیں اور یہ بذات خود ڈیموکریسی کے سامنے حاکم نظاموں کا ساقط ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے اور اسی لیے یہ سب ڈیموکریسی کی باتیں کرتے ہیں اور ادعا کرتے ہیں کہ اس کے آغاز تک پہنچ چکے ہیں یا کم از کم ادعا کرتے ہیں۔ ڈیموکریسی اسی راستے میں ہے۔ یہاں تک کہ آج دینی فکری مذاہب

[1]- اپنے آیین کو پہچان لو، مارتین دودج

بھی جمہوری طریقوں کا استعمال کرتے ہیں اور اس مذاہب کے بڑے ڈیموکریسی کے مدعی ہیں اور افسوس کیساتھ یہ لوگ اس کبوتر کی مانند ہیں جو کہ کوے کی نقل اتارتا ہے تو پھر یہ لوگ نہ کبوتر شمار ہوتے ہیں اور نہ کوّا.

آج کہیں ایسے طریقے یا آئین دیکھنے میں نہیں آتے جو کہ دلیل کے ساتھ ادلہ ڈیموکریسی سے پنجہ آزما ہو سکیں اور ایک ایسا درست اور مضبوط طرزِ فکر کا اعلان کرے جو کہ تبعیت کرنے کے لیے شائستہ ہو اور ایک حقیقی نظریے کے طور پر ڈیموکریسی کا نظیر شمار کیا جائے مگر مصلح منتظر کا مذہب اور طریقہ جو کہ دین یہود میں اس کا تمثیل (تشبیہ) ایلیا اور مسیحیت میں اس کا تمثیل عیسیٰ علیہ السلام اور دین اسلام میں اس کا تمثیل مصلح منتظر مہدی علیہ السلام ہے۔ جس طرح کہ یہ نظریہ دوسرے ادیان میں مصلح منتظر کی مبحث میں موجود ہے اس کے بغیر کہ کسی خاص شخص کا تعیین کریں۔

ڈیمو کریسی کے تناقضات

1-آمریت (dictatorship) ڈیمو کریسی کے دل میں چھپا ہوا ہے.

یہ خصوصیت میدانِ عمل میں واضح طور پر دیکھائی دیتی ہے؛ کیونکہ ہر فکری طریقہ جب ایک معین پارٹی کے ذریعے جیت جاتا ہے کوشش کرتا ہے کہ اپنے سیاسی نظریے کو جس شکل میں ممکن ہوسکے اس ملک پر لاگو کرے. شاید یہ بات اس طرح کہی جائے. یہ عوام ہی ہے جو کہ انتخاب کرتی ہے (ووٹ دیتی ہے) اور اس فکری طریقے کو جیتوادیتی ہے!

میں کہتا ہوں: یقینی طور پر عوام نے اس پارٹی اور طرز فکر کو الیکشن کے دوران جو سیاسی ماحول موجود تھا اس لحاظ سے جیتوائی اما ایک سال گزر جانے کے بعد کیسی صورتحال ہوگی عوام نہیں جانتی ہے۔ اگر صورتحال کچھ اس طرح بدل جائے جو کہ اس حاکمِ نظام کی دینی اور دنیوی نقصان کا سبب بنے تو عوام اس نظام حاکم کو رد نہیں کر سکتی اور مشہور کہاوت ہے: «اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا»[1]

اس طرح کی صورتحال ہٹلر جیسے لوگوں کے بننے کا سبب بنتی ہے وہی لوگ جو ادعائے الیکشن اور ڈیمکریسی کے ذریعے زمین میں فساد و بربادی پھیلادیتے ہیں۔ اگر اس دن کے جرمنی سے حاصل ہوئے (الیکشن کے) نتائج کا نقصان اس ملک میں اور اس دور میں ڈیمو کریسی کے عدم بلوغ جواز کے طور پر پیش کیا جائے تو آجکل کے اٹلی کی صورتحال پر نظر ڈالیں۔ جو گروہ اٹلی میں حاکم بنا تھا اٹلی کو امریکہ کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک نفرت انگیز جنگ میں پھسادیا جبکہ اٹلی قوم آجکل اپنی حکومت پر معترض ہیں اور اعتراض کرنے والے اٹلی افواج کی واپسی چاہتے ہیں لیکن یہ گروہ جو حاکم ہے اٹلی افواج کو مقبوضہ عراق میں باقی رہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ اس شکل میں آمریت اور فاسطائیت اس موجودہ دور

---

[1] ۔ عربی محاورہ «وقع الناس بالراس» اس طرح کی صورتحال میں، لوگوں کو سرگرداں اور بے بس اور قید ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے. (مترجم)

میں اٹلی میں واپس آچکی ہیں ڈیموکریٹک.بریتانیامیں (جو کہ عراق پر قبضہ اور اسلام و مسلمانوں پر تعدی کرنے میں امریکی اتحادی ہے) لاکھوں لوگوں نے شاہراہوں پر مظاہرہ کیا تا کی اس جنگ کے کفر آمیز، استعماری، اسلام و مسلمین کے خلاف، مکروہ چہرے کو بے نقاب کردیں، اس کے باوجود، یہ سب.بریٹش حکومتی فیصلے پر بالکل اثر انداز نہیں ہوااس لیے آمریت، ڈیموکریسی کے دل میں چھپا ہوا ہے.

2- دنیاکا عظیم ڈیموکریٹک ملک آمریت سے چلایا جاتا ہے

اس کے باوجود کہ امریکی حکومتی نظام ظاہری طور پر ڈیمکریسی ہے لیکن دنیا کی عوام سے، سب سے بُرے دیکٹرشپ اور قلدرانہ طریقوں سے.برتاؤ کیا جاتا ہے اور یہ ایک واضح تناقض ہے! جو فرد ایک مستحکم اور دائم طرزِ فکر رکھتا ہے اسے چاہیئے ہر زمان و مکان میں بغیر کوئی مستثنیٰ اس طرزِ فکر کو سب پر لاگو کرے جبکہ امریکہ دنیاکے لوگوں کو ضلالت میں ڈالنے اور ان پر مسلط ہونا چاہتا ہے اور خاص طور پر مسلمانوں کے ساتھ حقارت اور توہین آمیز.برتاؤ کرتا ہے کیونکہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ امریکہ کاانجام امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں میں ہے اور جانتے ہیں کہ آنحضرت مسلمانوں کے رہبر اور پیشوا ہیں اور امریکی مسلمان، امریکہ کے اندر بھی تعصب سے نبرد آزما ہیں پھر یہ ڈیموکریسی کہاں ہے؟

3- ڈیموکریسی اور دولت

جن کے پاس اشتہارات، جھوٹے الزام لگانا، حقائق کو چھپانا اور مزدوروں اور غنڈوں کو اجیر کرنے کے لیے پیسہ موجود نہیں تو اس طرح کے افراد کی ڈیموکریسی میں کوئی جگہ نہیں اور ایسے ہی دولت (پیسہ) کی طاقت نظام ڈیموکریسی میں نا معمول طور پر واضح ہو جاتا ہے۔ پارٹیاں اور ادارے، پہلے کسی شکل میں، غریبوں اور ضرور تمندوں کے اموال کو غارت کرنے لگتے ہیں اور مزدور طبقے سے شروع کرتے ہیں. امریکہ میں، یہودی پیسے اور دولت کیساتھ انتخابی مہم پر اثر انداز ہوتے ہیں اور کم از کم ستر فی صد کامیابی کو اس فرد کے لیے فراہم کرتے ہیں جو ان کی مرضی کے مطابق امریکہ کا حکمران بننا چاہتا ہے تا اس طرح صہیونی رژیم کی امریکی حمایت مستحکم رہے۔ دھوکہ دینے والے اور جھوٹے اشتہارات کا مسئلہ اور دولت کی حاکمیت ڈیموکریسی میں ایسا مسئلہ ہے جو کہ ہمیشہ امریکی اخباروں میں بیان ہوتا ہے. مجھے یاد

ہے کہ میں کچھ سال پہلے امریکی مصنف کا ایک کالم پڑھ رہا تھا. انھوں نے تاکید کی تھی کہ امریکہ میں ڈیمو کریسی فریب اور مضحک دکھاوے کے علاوہ کچھ نہیں اور دراصل جو حاکم ہے فریب، دھوکہ اور دولت ہے نہ کہ کوئی دوسری چیز.

4-ڈیمو کریسی اور آزادی

دنیا میں کہیں ایسا نظام نہیں ملتا جو کہ مطلق آزادی کا ادعا کرے۔ حتیٰ نظام ڈیمو کریسی، افراد اور گروہوں کے لیے کچھ حدود کا تعیین کرتا ہے۔ لیکن یہ قید وبند جو آزادی کو محدود کرتی ہے کتنی حد تک ہونی چاہئیے؟

اور کتنی حد تک افراد اور گروہوں کے اختیار کو آزاد چھوڑ سکتے ہیں تاکہ جس چیز کو چاہتے ہیں اس تک پہنچیں؟!

ڈیمو کریسی میں عوام آزادی کی حدود کا تعیین کرتی ہے اور یقینی طور پر وہ غلطی سے دوچار ہو جائیں گے اور ان کی اکثریت شہوات کے پیچھے بھاگتی ہے۔ اس لیے نظام ڈیمو کریسی میں آزادی کی پابندیاں دین، اصلاح اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر لگائی جاتی ہیں کیونکہ دینِ الٰہی میں دوسرا قانون موجود ہے کہ جو عوام کے ذریعے بنائے گئے قانون کے متضاد ہے اور وہ قانون «قانون الٰہی» ہے. آزاد ڈیمو کریسی میں شہوت، فساد کرنا، تباہی پھیلانا اور محرمات الٰہی میں غوطہ ور رہنے پر اطلاق ہوتا ہے اور نتیجتاً ان تمام معاشروں میں جہاں ڈیمو کریسی نافذ ہے وہاں معاشرہ سست اور بکھر جاتا ہے کیونکہ بنائے گئے قانون زنا، فساد، شراب نوشی، عورتوں کا برہنا ہونا اور فساد کی دیگر صورتوں کی حمایت کرتا ہے!

5-ڈیمو کریسی اور دین

قطعی اور یقینی طور پر دینِ الٰہی کا تفکر، ڈیمو کریسی کی سوچ سے بالکل مختلف ہے دین الٰہی اللہ کی جانب سے منتخب ہونے کے علاوہ کسی اور چیز پر اعتقاد نہیں رکھتا: «إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ».[1] (میں

---

[1] - بقرہ، 30

زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں) جو کہ یہ منتخب اور برگزیدہ، مہدی علیہ السلام ہیں. دینِ الٰہی ہمارے دور میں ہم مسلمانوں کے لیے قانونِ الٰہی یعنی قرآن کے علاوہ کسی اور قانون پر اقرار نہیں کرتا ہے اور یہودیوں کے لیے یہ منتخب اور قانون، ایلیا علیہ السلام اور تورات اور عیسائیوں کے لیے، عیسیٰ مسیح علیہ السلام اور انجیل ہیں. ابھی صورتحال جیسی ہے پھر مسلمان، مسیحی یا یہودی کیسے ادعا کر سکتے ہیں کہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں؟ اور ان کی حاکمیت پر بھی جو کہ مہدی علیہ السلام اور قرآن، عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل، یا ایلیا علیہ السلام اور تورات میں متمثل ہیں کا اقرار کرتے ہیں اور اس کے باوجود عوام کی حاکمیت اور ڈیموکریسی کا اعتراف کرتے ہیں جو کہ دینِ الٰہی اور زمین پر اللہ کی حاکمیت کی بنیاد کی خلاف ورزی کرتا ہے؟!

اسی لیے جو فرد ڈیموکریسی اور الیکشن کو مانتا ہے اس کا دینِ الٰہی سے کوئی رابطہ نہیں ہوگا اور تمام ادیان اور زمین پر حاکمیت الٰہی پر کافر ہو جائی گی.

6- ڈیموکریسی گہوارہ سے قبر تک

جب ڈیموکریسی ایک ملک میں اپنے راستے پر حرکت کرنا شروع کر دیتی ہے۔ پہلا دسیوں پارٹیاں اور سیاسی تحریکیں وجود میں آجاتی ہیں۔ لیکن اس لحاظ سے کہ حقیقی حاکم دھوکہ فریب، جھوٹ، الزام، اشتہارات اور پیسہ ہے، وقت گزرنے پر یہ تمام پارٹیاں چھانٹی ہو جائیں گی اور عام طور پر سیاسی میدان میں دو پارٹیوں کے علاوہ کوئی اور باقی نہیں رہتا اور آخری نتیجہ ان دو پارٹیوں میں سے کسی ایک کو حکمرانی کی کرسی جیتنی ہو گئی اور اسی ترتیب سے آمریت، ڈیمکریسی کے نام سے واپس آتی ہے۔ دو ممالک جو سب سے پرانے ڈیموکریٹک ممالک ہیں اس بات کی واضح ترین مثالیں ہیں یہ دو ممالک ڈیموکریسی کے آخری مراحل سے گزر رہے ہیں. ان دو ملکوں میں برِیتانیا میں قدامت پسند پارٹی اور مزدور پارٹی اور امریکہ میں ڈیموکریٹک پارٹی اور ریپبلیکن پارٹی مسلط ہو گئی ہیں. اس مرحلے میں ان دو پارٹیوں میں سے ہر ایک (دوسرے سے) نبرد آزما ہے تا کہ سلطنت کو مطلق طور پر حاصل کرے.

اسے لیے ڈیموکریسی ضعیفوں کو ساقط کرنے کا مرحلہ طے کرتی ہے اور اس ترتیب سے عوام ڈیموکریسی سے آمریت کی طرف سفر کر رہی ہے۔ اگر ان دو پارٹیوں کے درمیان فکری موافقت اور

حقیقی طور پر فکری ناسازگاری کے عدم وجود کو مد نظر رکھا جائے تو حکمرانی کی کرسی پر دو پارٹیاں اور دو قسم کے تفکر کی حاکمیت در حقیقت، وہی آمریت ہے یہ اس صورت میں ہے کہ ڈیموکریسی کے مدعیوں کا ایک گروہ حکمرانی کی کرسی پر فائر رہنے کے بعد باقی ماندہ پارٹیوں کو دبانے اور ختم کرنے کے اقدام نہ کرے تو اس صورت میں ڈیموکریسی کو آمریت میں تبدیل کرنا رات کو دن میں تبدیل کرنے کے مانند ہے۔

اس بارے میں یونانی حکیم افلاطون کہتا ہے:

(ڈیموکریسی کے مدعیوں اور عوام کے حامیوں میں سے ان کے سخت ترین اور تیز ترین میدان میں اترتے ہیں۔ دولتمندوں اور طاقتوروں کو جلاء وطن یا نابود کرتے ہیں۔ قرضوں کو معاف کرتے ہیں۔ زمینوں کو تقسیم کرتے ہیں۔ اور اپنے لیے پناہ گاہ بنائیں گے تاکہ سازشوں کے شر سے محفوظ رہیں اور عوام اس کی خوش حالی کو دیکھ کر اس جیسے کی آرزو کرتے ہیں اور وہ حکمرانی کرنے لگتا ہے اور اس لیے کہ اپنے لئے کوئی جگہ بنالے اور عوام کو اس سے کوئی لینا دینا نہ ہو اور عوام ہمیشہ اس کی محتاج رہے۔ اپنے پڑوسیوں سے (جبکہ اس سے پہلے ان کے ساتھ امن معاہدہ تھا) جنگ کرنے لگے گا تاکہ اپنے اندرونی امن کو مستحکم کرے اور ہر تنقید کرنے والے کا سر تن سے جدا کرے. فاضل اور بزرگ لوگ اس سے دور جبکہ جیرہ خواراں اور پٹھو لوگ اس کے قریب ہو جائیں گے. ان شعراء کو بہت عطا کرے گا جن کو شہر بدر کیا تھا کہ صرف اسی کی مدح و ثنا کریں۔ عمارتوں کو غارت کرے گا اور لوگوں پر بہت سختی کرے گا کہ اپنے محافظوں، اعوان و انصار کے پیٹ بھرے اور عوام اس نتیجے پر پہنچے گی کہ وہ آزادی سے سرکشی اور طغیان پر آ پہنچا ہے اور یہ اس کی حکومت کی انتہا ہو گی)[1]

مختصراً اس تعداد تناقضات پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ ڈیموکریسی کے تناقضات بہت زیادہ ہیں!

---

[1]۔ جمہوری افلاطون

ڈیموکریسی کا فکری حمتا

عالمی مصلح منتظر کا مذھب

تمام ادیانِ الٰہی اللہ سبحان تعالیٰ کی حاکمیت پر اقرار کرتے ہیں۔ لیکن عوام اس حاکمیت سے مقابلہ کرنے لگتی ہے اور اکثر صورتوں میں بہت کم تعداد کے سوا (مثلاً قوم موسیٰ علیہ السلام طالوت کے دور میں یا مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں) اسے تسلیم نہیں کرتے ہیں لیکن مسلمان بھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی۔ پھر سے اللہ سبحان کی حاکمیت سے مقابلہ کرنے لگے اور شورا، انتخابات اور سقیفہ بنی ساعدہ کے ذریعے حضور کے جانشین (یعنی) علی بن ابی طالب علیہ السلام کو ہٹا کر عوام کی حاکمیت کو تسلیم کیا.

اس کے باوجود کہ آج سب (خواہ علماء ہوں یا عوام) عوامی حاکمیت اور انتخابات کی دعوت دیتے ہیں۔ لیکن ان کے اکثر لوگ اس بات پر معترف ہیں کہ زمین پر اللہ کے جانشین ہی حقیقی صاحب ہے لیکن یہ اعتراف صرف ایک کمزور اعتقاد کے طور پر باقی رہ گیا ہے۔ ایسا اعتقاد جو کہ ظاہر و باطن کی کشمکش میں مغلوب ہو چکا ہے اور اس طرح عوام اور علی الخصوص بے عمل علماء منافقانہ طور پر زندگی سر کر رہے ہیں۔ ایسی کیفیت میں جو ان کے سکون کو خراب کرتا ہے اور انہیں مبہم، حیرت ورر الجھن میں ڈال دیتا ہے۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ حق ہے اور اللہ کی حاکمیت بھی حق ہے اور جانتے بھی ہیں کہ عوام کی حاکمیت باطل ہے اور یہ زمین پر اللہ کی حاکمیت کے مد مقابل میں آ گئی ہے، لیکن حق کے لئے اٹھ کھڑے نہیں ہوتے اور باطل کی تائید کرتے ہیں!

یہ وہی علمائے آخر الزمان (آسمان کے سائے تلے سب سے بُرے فقہاء) ہیں۔ فتنہ ان سے خارج ہوتا ہے اور ان پہ جا پہنچتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں ہمیں اس طرح باخبر فرمایا تھا: «میری امت پر ایسا دور آئے گا کہ قرآن میں اسی کا خط اور اسلام میں اس کا نام کے سوا کچھ نہیں بچے گا، (لوگ) اپنے آپ کو اس چیز سے نسبت دیتے ہیں جبکہ اس سے بہت دور ہیں؛ ان کی مساجد آباد لیکن

ہدایت سے خالی ہیں، اسی دور کے فقہا شر ترین فقہا ہوں گے جن پر آسمان نے سائے کیا ہے، فتنہ ان سے خارج ہوتا ہے اور ان پہ جا پہنچتا ہے.»[1]

اور ایسا لگتا ہے کہ (ان لوگوں نے) سنا ہی نہیں کہ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں: «اے لوگوں! اهلِ حق کم ہونے کی وجہ سے ہدایت کی راہ میں چلنے سے خوف نہ کھاؤ».[2] اور ایسا لگتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کلام کو بھی انھوں نے نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: «اسلام مظلومانہ طور پر شروع ہوا اور مظلومانہ طور پر واپس آئے گا تو پھر مظلومین کو مبارک ہو.»[3]

جی ہاں! اللہ کی قسم ان کلام کو سنا بھی ہے اور ذہن نشین بھی کیا ہے۔ لیکن ان کی نظروں میں دنیا آراستہ ہو گئی اور ان کو اپنی زینتیں دکھاتی ہے اور وہ لوگ مردار کے لاشے پر جمع ہو گئے ہیں تاکہ اسے کھانے سے رسوا ہو جائیں اور دنیا نے دھوکوں سے انہیں کمزور کر دیا۔ تو پھر دین کے ساتھ دنیا کی چاہت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے اور وہ جو مدعی ہیں کہ شیعہ مسلمان کے عالم ہیں، امیر المومنین علیہ السلام کے حرمت شکنی اور آنحضرت کے زخموں پر ایک نیا زخم لگانے اور آنحضرت علیہ السلام کو مصیبت و سختی میں ڈالنے کے سوا اور کچھ نہیں کرتے ہیں؛ اس لیے گمراہی کے سربراہان (یعنی علمائے بے عمل) سقیفہ بنی ساعدہ کی مصیبت کو اس کے پہلے دن کی طرح پھر سے زندہ کیا اور پھر سے پہلوئے جناب زہرا علیہا السلام کو شہید کرنے کے لیے زمینہ تیار کیا لیکن اس بار امام مہدی علیہ السلام کے سامنے پھر یہ دن بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام کی طرح ہے اور بیٹا بھی فرزندِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح! کل علی علیہ السلام اور ان کے اولاد سے اور آج امام مہدی علیہ السلام اور ان کی اولاد سے! کیا کوئی سمجھدار ہے کہ خود کو آگ سے بچالے اور اس دور کے کفار کے ہاتھوں سے آزاد ہو جائے اور اولیاء خدا سبحانہ وتعالیٰ کی پیروی سے خود کو محفوظ کر لیں؟

---

[1]- کافی، ج8، ص308؛ بحار الانوار، ج52، ص190.

[2]- نہج البلاغہ، محمد عبدہ کے شرح، ج2، ص181؛ الغارات، ج2، ص584؛ غیبت نعمانی، ص35.

[3]- نیل الاوطار، ج9، ص229؛ عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج1، ص218.

شیطان (لعنۃ اللہ علیہ) تمھیں دھوکہ نہ دے اور ایسے کام نہ کرے جو کہ تم علمائے بے عمل کو پاک و مقدس سمجھ بیٹھو جو کہ اللہ اور ان کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ان کی شریعت کو تحریف کرتے ہیں ان کے گفتار اور اعمال کو قرآن و سنت رسول اللہ اور اھل بیتؑ کے سامنے پیش کرو جو کہ اس صورت میں تمھیں وہ ایک وادی جبکہ رسول خداﷺ اور قرآن دوسری وادی میں ملیں گے۔ انہیں لعنت کرو جیسا کہ رسول اللہﷺ نے انہیں نفرین فرمایا اور ان سے برائت کرو جیسے کہ رسول اللہﷺ نے برائت کیا؛ جہاں ابن مسعود کو آنحضرت نے فرمایا:

«اے ابنِ مسعود! اسلام مظلومانہ طور پر شروع ہوا اور جس طرح آغاز ہوا ویسے ہی مظلومانہ طور پر پلٹ آئے گا، تو پھر مظلومین کو مبارک ہو آپ کے بیٹوں میں سے جو بھی اس دور کا مشاہدہ کرے (امام مہدیؑ کے ظہور کا دور) ان لوگ کو اپنی جگہوں پر سلام نہ کریں اور ان کی جنازوں کو تشییع نہ کریں اور ان کے بیماروں کی عیادت نہ کریں۔ وہ تمہاری سنت پر عمل اور تمہارے ادعا کو آشکار کریں گے لیکن تمہارے کاموں کی مخالفت کریں گے اور تمہارے دین سے خارج ہو کر مریں گے۔ وہ مجھ سے نہیں ہیں اور میں ان سے نہیں ہوں...

یہاں تک کہ فرماتے ہیں: اے ابنِ مسعود! لوگوں پر ایسا دور آئے گا کہ ہر کوئی اپنے دین پر صابر ہوگا، اس شخص کی طرح جس نے ہتھیلی میں جلا ہوا کوئلہ لیا ہو اور انھوں نے فرمایا: اس دور میں اگر کوئی بھیڑیا (کی طرح) نہ ہو تو (دوسرے) بھیڑیاں، اسے کھا جائیں گے۔

اے ابنِ مسعود! اس دور کے علماء و فقہاء فاجر و خائن ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ وہ شریرترین خلقِ خدا ہیں اور ویسے ہی ہیں ان کے پیروکار اور جو ان سے رجوع اور ان سے دریافت کرتے ہیں اور ان کی محبت رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ ہمنشینی اور مشورے کرتے ہیں۔ یہ بھی خلقِ خدا کے سب سے بُرے لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگ کو «صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لا يَرْجِعُونَ».[1] (یہ سب بہرے گونگے اور اندھے

---

[1]- بقرہ، 18

ہوگئے ہیں اور اب پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں)؛ (جہنم) کی آگ میں داخل کرے گا، «وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا و بُكْمًا وَ صُمًّا مَّأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيراً ».[1] (اور ہم انہیں روز قیامت منہ کے بل گونگے اندھے بہرے محشور کریں گے اور ان کا ٹھکانا جہنّم ہوگا کہ جس کی آگ بجھنے بھی لگے گی تو ہم شعلوں کو مزید بھڑکا دیں گے) «كُلَّما نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْناهُمْ جُلُوداً غَيْرَها لِيَذُوقُوا الْعَذابَ».[2] (جب ایک کھال پک جائے گی تو دوسری بدل دیں گے تا کہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں خدا سب پر غالب اور صاحبِ حکمت ہے) «إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ * تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ».[3] (جب بھی وہ اس میں ڈالے جائیں گے اس کی چیخ سنیں گے اور وہ جوش مار رہا ہوگا بلکہ قریب ہوگا کہ جوش کی شدت سے پھٹ پڑے).

«كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ».[4] (جب یہ جہنّم کی تکلیف سے نکل بھاگنا چاہیں گے تو دوبارہ اسی میں پلٹا دیئے جائیں گے کہ ابھی اور جہنّم کا مزہ چکّھو) .«لَهُمْ فيها زَفيرٌ وَ هُمْ فيها لا يَسْمَعُونَ».[5] . (جہنّم میں ان کے لئے چیخ پکار ہوگی اور وہ کسی کی بات سننے کے قابل نہ ہوں گے)

اے ابنِ مسعود ! وہ لوگ ادعا کرتے ہیں کہ میرے دین پر اور میرے سنت اور سیرت اور شریعت پر ہیں، وہ مجھ سے دور ہیں اور میں بھی ان سے برائت کرتا ہوں (دور ہوں)

---

[1] - اسراء، 97

[2] - نساء، 56

[3] - ملک، 7-8.

[4] - حج 22

[5] - انبیاء، 100

اے ابنِ مسعود! آشکارا طور پر ان کے ساتھ صحبت اور بازاروں میں ان کے ساتھ لین دین نہ کرنا اور انہیں راستہ نہ دکھانا اور انہیں پانی نہ پلانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيا وَ زِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيهِمْ أَعْمالَهُمْ فِيهَا وَ هُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ».[1] (جو شخص زندگانی دنیا اور اس کی زینت ہی چاہتا ہے ہم اس کے اعمال کا پورا پورا حساب یہیں کردیتے ہیں اور کسی طرح کی کمی نہیں کرتے ہیں) «مَنْ كانَ يريدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِی حَرْثِهِ وَ مَنْ كانَ يريدُ حَرْثَ الدُّنْيا نُؤْتِهِ مِنْها وَ ما لَهُ فِی الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ».[2] (جو انسان آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لئے اضافہ کردیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کا طلبگار ہے اسے اسی میں سے عطا کردیتے ہیں اور پھر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے)

اے ابنِ مسعود! میری امت ان لوگ سے دشمنی کینہ اور جنگ وجدل میں مبتلا ہوں گے. یہ لوگ اپنی دنیامیں اس امت کے سب سے ذلیل ترین لوگ ہیں.

اس کی قسم جس نے مجھے حق پر نبی بنایا۔ اللہ انہیں خسف کرے گا (زمین میں دھنس جائیں گے) اور بندر اور سور کی شکل میں مسخ کرے گا

(راوی نے) کہا: پھر رسول اللہﷺ رونے لگے اور ان کے گریہ سے ہم بھی روئے اور ہم نے کہا: اے رسول اللہﷺ، آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: اشقیاء پر رحمت کے لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «وَ لَوْ تَرَى إِذْ فَزِعُواْ فَلَا فَوْتَ وَ أُخِذُواْ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ».[3] (اور کاش آپ دیکھئے کہ یہ گھبرائے ہوئے ہوں گے اور بچ نہ سکیں گے اور بہت قریب سے پکڑ لئے جائیں گے)؛ یعنی علماء وفقہاء..

اے ابنِ مسعود! جو علم کو دنیا پانے کے لیے حاصل کرے اور حُبِ دنیا اور اس کی زینت کو ترجیح دے تو وہ اللہ کے غضب کو خریدتا ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ (جو کہ اللہ تعالی کی کتاب کو رہا

---

[1]- ہود، 15

[2]- شوریٰ، 20

[3]- سبأ، 51.

کردیئے ہیں) دوزخ کی آخری گہرائی میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «فَلَمَّا جَاءهُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِ فَلَعْنَةُ الله عَلَى الْكَافِرِينَ».[1] (لیکن اس کے آتے ہی منکر ہوگئے حالانکہ اسے پہچانتے بھی تھے تو اب کافروں پر خدا کی لعنت ہے)

اے ابنِ مسعود! اللہ جنت کو اس فرد کے لیے جو قرآن کو دنیا اور اس کی خوبصورتی کے لیے سیکھتا ہے حرام کیا ہے.

اے ابنِ مسعود! جو شخص علم سیکھے اور اس کے مفہوم پر عمل نہ کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے نابینا محشور کرے گا اور جو شخص علم کو دکھاوے اور شہرت کے لیے سیکھتا ہے کہ اس کے ذریعے دنیا کو حاصل کرے اللہ اس کے علم سے برکت اٹھائے گا اور اس کی روزی کو تنگ کرے گا اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دے گا اور جسے اللہ نے اپنے حال پر

چھوڑا ہو وہ (دراصل) ہلاک ہوچکا ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاء رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً».[2] (جو بھی اس کی ملاقات کا امیدوار ہے اسے چاہئے کہ عمل صالح کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ بنائے)

اے ابنِ مسعود! پھر تمہاری صحبت میں نیک افراد اور تمہارے بھائیوں کو، متقی و پرہیز گار ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: «الْأَخِلَّاء يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ».[3] (اس دن صاحبانِ تقویٰ کے علاوہ تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے)

اے ابنِ مسعود! جان لو کہ وہ لوگ معروف (نیکی) کو منکر (برا) اور منکر کو معروف سمجھتے ہیں۔ پھر اسی دلیل سے اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ پھر ان لوگوں میں نہ حق پر گواہی دینے والا موجود ہے نہ

---

[1] - بقرہ89.

[2] - کہف، 110.

[3] - زخرف، 67

انصاف قائم کرنے والا. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ».[1] (عدل وانصاف کے ساتھ قیام کرو اور اللہ کے لئے گواہ بنو چاہے اپنی ذات یا اپنے والدین اور اقربا ہی کے خلاف کیوں نہ ہو)

اے ابنِ مسعود! اپنے حسب ونسب اور مال ودولت سے ایک دوسرے پر تکبر کرتے ہیں...»[2]

جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے علمائے بے عمل کو اسی طرح وصف فرمایا ہے؛ کیونکہ وہ مدعی ہیں کہ مسلمان اور شیعہ ہیں اور ساتھ ہی علی علیہ السلام کو مسترد کرتے ہیں اور علی علیہ السلام پر ظلم کرتے ہیں؟ پھر اللہ کی لعنت ہو ہر اس گمراہ شخص پر جو کہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے اور خود کو لوگوں کے لیے امام، بت اور اللہ کی جگہ خدا بنایا ہوا ہے!

اہم بات یہ ہے کہ عوام کو چاہیئے بے عمل علماء کی تبعیت کرنے سے دوری اختیار کریں۔ کیونکہ وہ عوام کی حاکمیت، انتخابات اور ڈیموکریسی پر (جو کہ امریکہ -دجال اکبر- نے لایا) اعتقاد رکھتے ہیں اور اس پر اقرار کرتے ہیں جبکہ لوگوں پر فرض ہے کہ اللہ کی حاکمیت اور امام مہدی علیہ السلام کی پیروی پر اقرار کریں۔ اس صورت کے علاوہ یہ لوگ نبیوں اور اماموں کو کیا بتائیں گے؟ کیا یہ بات کسی پر پوشیدہ ہے کہ تمام الٰہی ادیان اللہ کی حاکمیت پر اور عوام کی حاکمیت کے نفی کرنے پر تأیید کرتے ہیں؟ پھر اس بے عمل علماء سے پیروی کرنے پر کسی کے لیے کوئی حجت ودلیل باقی نہیں بچے گی اس کے بعد کہ یہ لوگ قرآن، رسول اور اہلِ بیت علیہم السلام کی مخالفت کی اور اللہ سبحان تعالیٰ کی شریعت کی تحریف کی.

یہ لوگ فقہائے آخر الزمان ہیں جو کہ امام مہدی علیہ السلام کے خلاف جنگ کریں گے۔ تو پھر کیا اُن کے لیے جو ان لوگ سے پیروی کرتے ہیں (اس کے بعد کہ یہ بے عمل علماء ابلیس کی تبعیت کی اور عوام کی حاکمیت پر معتقد ہوگئے) کوئی حجت ودلیل باقی رہے گی؟! جبکہ تمام الٰہی ادیان (اللہ کی حاکمیت) پر اقرار کرتے ہیں۔ یہودی ایلیا علیہ السلام کے منتظر، مسیحی عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر اور مسلمان مہدی علیہ السلام کے منتظر ہیں.

---

[1] - نساء، 135.

[2] - الزام الناصب: ج 2، ص 131.

کیا یہودی ایلیا کو کہیں گے واپس جاؤ کیونکہ ہمارے پاس انتخابات اور ڈیموکریسی ہے اور یہ الہی انتخاب سے زیادہ برتر اور بہتر ہے؟

اور کیا عیسائی عیسیٰ ؑ کو کہیں گے: اے جو گدھے پر سوار ہوتے ہو اور اے جو روئی کے لباس پہنتے ہو، کم کھاتے ہو اور دنیا میں زاھد ہو اور اس میں دلچسپی نہیں رکھتے ہو! واپس پلٹ جاو، کیونکہ ہمارے پاس برگزیدہ حاکمان ہیں جو کہ دنیا کے سب چیزوں سے چاہے حلال ہو یا حرام فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ لوگ ہماری چاہتوں اور نفسانی امیال سے اتفاق اور مطابقت رکھتے ہیں؟!

کیا مسلمان (علی الخصوص شیعہ) امام مہدی ؑ کو کہیں گے واپس جائیں اے فاطمہ (س) کے بیٹے! کیونکہ ہمارے فقہاء کو سب سے اچھا راستہ (جو کہ ڈیموکریسی اور انتخابات ہیں) ملا ہے؟! اور کیا اس فقہا (فقہاے آخر الزمان) کی تقلید کرنے والے، امام مہدی ؑ کو کہیں گے: حقیقت میں ہمارے فقہاکے لیے واضح ہو چکا ہے کہ حق شورا، سقیفہ اور انتخابات کے ساتھ تھا؟!

اور کیا آخر میں کہیں گے سقیفہ والے حق پر تھے اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ؑ بخیل اور انحا پسند تھے؟! کیا کہیں گے اور کیسے جس تناقص میں خود گرفتار ہوئے ہیں، اس سے باہر نکلیں گے؟!

اس فقہا کو (اس چیز کے مطابق جو ان کے درمیان معمول ہے وگرنہ میں ان کو فقیہ نہیں سمجھتا ہوں) جو ایک معمولی عراقی باشندہ کہتا ہے اس کے علاوہ میں کچھ نہیں بولتا ہوں؛ «یہ چاہے دین ہو یا کیچڑ» جبکہ تم لوگ اسے پھول کے ساتھ کیچڑ کی طرح بنائے ہوئے ہو!

ہم شیعہ لوگ، عمر بن خطاب پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ شورا اور انتخابات پر اعتقاد رکھتا تھا، جبکہ آج تم فقہاے آخر الزمان شورا اور انتخابات کی تائکید کرتے ہو اور اقرار کرتے ہو؛ ان دونوں صورتحال میں کیا فرق موجود ہے؟!

کسی بھی صورت میں یہی موجودہ تورات و انجیل، دونوں اللہ کی حاکمیت بروئے زمین پر اقرار کرتے ہیں۔ (نہ کہ عوام کی حاکمیت) اور یہ دونوں، آسمانی کتابیں اور ناقابل انکار دلیل، یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ہیں۔ مغرب میں ڈیموکریسی کے نظراتی ماہرین اسی واضع متن کو رد کرنے کے لیے جو تورات میں موجود ہے بہت جدوجہد کر چکے ہیں۔ یہاں تک کچھ لوگ مثلاً اسپینوزا تورات کی تحریف

کو اپنے «سیاسی الٰہی رسالہ» میں ترجیح دی؛ تا اسی طرح اس واضح متن سے چھٹکارا حاصل ہو جائے جو اللہ کی حاکمیت بروئے زمین کی تاکید کرتا ہے اور عوامی حاکمیت کو نہیں مانتا ہے!

لیکن قرآن شروع سے آخر تک، اللہ کی حاکمیت پر اور لوگوں کی حاکمیت کو نہ ماننے کی تاکید کرتا ہے اور ہمارے لیے اس بیمار سوچ کی کوئی اہمیت نہیں جو چاہتا ہے اللہ کے کلمے کو اپنے حساب سے تحریف کر دے اور فلاں و فلاں شخص یا فلاں شخص کے عقیدہ سے (اس کے باوجود کہ ان کا دفاع کرنے والے فاسد اور ان کے عقیدہ باطل ہے) حمایت کرتا ہے؛ وہی فساد جسے پہچاننے کے لیے کوئی زحمت نہیں اٹھانا پڑتی ہے!

اسی آیات سے شروع کرتے ہیں جو کہ اللہ کی حاکمیت کو بروئے زمین اثبات کرتی ہے:

1-«قُلِ اللَّهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ إِنَّکَ عَلَى کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ»

(پیغمبر آپ کہئے کہ خدایا تو صاحب ہاقتدار ہے جس کو چاہتا ہے اقتدار دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلب کرلیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزّت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ سارا خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور توہی ہر شے پر قادر ہے)[1]

یہ آیت واضح طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ حکمرانی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ وہی ہے جو جس کو چاہتا ہے اسے جانشین بناتا ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «إِنِّی جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیفَةً».[2] (میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں)

اس آیت کے مطابق کوئی بھی شخص حق نہیں رکھتا ہے کہ حکمران کا تعیین کرے یا اس حاکم یا اس حکمران کو جو اللہ سبحان نے تعیین نہیں کیا اسے منتخب کرے. اللہ تعالیٰ حکمرانی یا حاکمیت الٰہی کو جسے چاہتا ہے اسے عطا کردیتا ہے اور ضروری نہیں کہ جو اللہ کی طرف سے حاکم بنا ہے (عملًا) حکومت کرے۔ ہو

---

[1]- آل عمران، 26.

[2]- بقرہ، 30

سکتا ہے اس شخص مغلوب اور حکمرانی کی مسند سے دور رہے۔ جس طرح کہ یہی بات انسانی تاریخ میں واقع ہو چکی ہے. ابراھیم علیہ السلام حکومت نہیں کر رہے ہیں جبکہ نمرود (لعنۃ اللہ علیہ) حکمرانی کر رہا ہے اور موسیٰ علیہ السلام حکومت نہیں کر رہے ہیں جبکہ فرعون (لعنۃ اللہ علیہ) حکمرانی کر رہا ہے، حسین علیہ السلام حکومت نہیں کر رہے ہیں جبکہ یزید (لعنۃ اللہ علیہ) حکمرانی کر رہا ہے، اور ایسے ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكاً عَظِيماً».[1] (یا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ عطا کیا ہے تو پھر ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب و حکمت اور ملک عظیم سب کچھ عطا کیا ہے)

اس کے باوجود کہ تاریخی ادوار میں خاندانِ ابراہیم علیہ السلام کو حکمرانی اور الہی حکومت عطا ہوئی لیکن انہیں کمزور کیا گیا اور مغلوب اور حکومتی مسند سے دور رکھا گیا اور ظلمت و تاریکی، حکومتی مسندوں پر سائے بناتا رہا؛

اس لئے لوگوں پر فرض ہے کہ ہدایت کی مسند کو زمین پر اللہ کے خلیفہ اور جانشین کے سپرد کر دیں اور اگر ایسا نہ کریں تو ان کا فائدہ (برکت) ہاتھ سے نکل جائے گا اور اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا.

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: «... کیا دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «ما كانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَها». (تم ان کے درختوں کو نہیں اگا سکتے تھے)؛ فرماتا ہے تمہارا حق نہیں بنتا کہ اپنی طرف سے امام و رہبر منصوب کرو اور اسی خواہش اور ارادے سے اسے حق کہو.

پھر امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: قیام کے دن اللہ تعالیٰ تین گروہوں سے بات نہیں کرے گا اور ان کی طرف نہیں دیکھے گا اور انہیں پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا؛ جو شخص

---

[1] - نساء، 54

ایسے درخت لگا دے جو اللہ نے نہیں لگایا؛ یعنی جو شخص ایسے امام اور پیشوا منصوب کرے جو اللہ نے منصوب نہیں کیا یا جسے اللہ نے منصوب کیا ہے اس کا انکار کر دے.[1]

2-طالوت کی کہانی: «أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلأِ مِنْ بَنِی إِسْرائیلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِیٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكاً نُقَاتِلْ فِی سَبِیلِ اللهِ».[2] (کیا تم نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی اس جماعت کو نہیں دیکھا جس نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے واسطے ایک بادشاہ مقرر کیجئے تاکہ ہم راہ خدا میں جہاد کریں).

اس بنی اسرائیل کے مومن و صالح گروہ، اللہ سبحان و تعالیٰ کی حاکمیت پر ایمان رکھتے تھے اسی لیے خود سے کسی کا تعیین نہیں کیا جبکہ اللہ سے مانگے کہ ان کے لیے حاکم کا تعیین کرے.

اور یہ کُل ادیان میں قانون الٰہی کی سب سے بڑی دلیل ہے جو کہ واضح طور پر کہتا ہے کہ حاکم کو اللہ تعیین کرتا ہے نہ کہ انتخابات کے ذریعے عوام!

3- صرف میں روئے زمین پر جانشین قرار دوں گا: «وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلائِکَةِ إِنِّی جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیفَةً».[3] (جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں)

اللہ کا جانشین زمین پر حاکم بھی ہونا چاہیئے اور پہلا جانشین حضرت آدم علیہ السلام ہے اور ہر دور میں زمین پر اللہ کا کوئی جانشین موجود ہوتا ہے. اس دور میں اللہ کا جانشین حضرت مہدی علیہ السلام ہیں؛ اس لیے تمام لوگوں پر فرض ہے کہ آنحضرت کی حکمرانی کی زمینہ فراہم کریں کیونکہ وہ اللہ سبحان تعالیٰ کی طرف سے تعیین کیا گیا ہے نہ کہ ڈیموکریسی اور انتخابات کے ذریعے!

---

[1]- تحف العقول: ص325؛ بحار الانوار: ج63/ص276.

[2]- بقرہ، 246.

[3]- بقرہ، 30

4- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «وَ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ‌اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُون».[1] (اور جو بھی ہمارے نازل کئے ہوئے آیات کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا وہ سب کافر شمار ہوں گے)

اور فرماتا ہے: «وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ».[2] (اور جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کرے گا وہ ظالموں میں سے شمار ہوگا)

اور بھی فرماتا ہے: «وَ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ».[3] (جو بھی تنزیل خدا کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا وہ فاسقوں میں شمار ہوگا).

واضح رہے کہ حاکم کو ہر دور میں نئے مسائل کا سامنے کرنا پڑتا ہے اور ناگزیر اس کے پاس اللہ کی جانب سے خاص علم اور ہدایت ہونا چاہیئے تاکہ اس علم کے ذریعے نئے مسائل میں اللہ کے حکم کو جان سکے اسی ترتیب سے کیسے جو فرد اللہ کا جانشین نہیں ہوتا، وہ اس چیز کے مطابق حکم کر سکتا ہے جو اللہ نے نازل کی ہے؟ اس لیے جانشینِ خدا کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اس چیز کے مطابق حکم کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے.

حقیقت میں بہت ساری چیزیں ہیں جو لوگوں کی حاکمیت اور انتخابات کو رد کرتی ہیں. ان میں سے صرف ایک مثال نیچے دی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو (حق کی) بات سنتے ہیں اور گواہ رہنا چاہتے ہیں:

قوم کے ساتھ موسی کی کہانی

«وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلاً لِمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْشِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ

[1] - مائدہ، 44

[2] - مائدہ، 45.

[3] - مائدہ، 47

أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ».[1] (اور موسٰی نے ہمارے وعدہ کے لئے اپنی قوم کے ستر" افراد کا انتخاب کیا پھر اس کے بعد جب ایک جھٹکے نے انھیں اپنی لپیٹ میں لے لیا تو کہنے لگے کہ پروردگار اگر تو چاہتا تو انھیں پہلے ہی ہلاک کر دیتا اور مجھے بھی۔کیا اب احمقوں کی حرکت کی بناپر ہمیں بھی ہلاک کردے گا یہ تو صرف تیرا امتحان ہے جس سے جس کو چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے تو ہمارا ولی ہے۔ہمیں معاف کردے اور ہم پر رحم فرما کہ تو بڑا بخشنے والا ہے)

وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں (معصوم نبی) جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے سب سے نیک ستر مردوں کو چن لیا لیکن وہ سبھی کافر ہوگئے اور موسی علیہ السلام اور اللہ سبحان و تعالیٰ کے فرمان کی خلاف ورزی کی۔ حال اگر ایک معصوم نبی (یعنی موسیٰ علیہ السلام) ستر مردوں کو الٰہی کام کے لیے منتخب کرتے ہیں جبکہ ان میں سے ایک آدمی بھی اس کام میں کامیاب ہو کر نہیں نکلتا۔ پھر حاکم اور حکمران کے انتخاب میں عام لوگوں کی کیا صورتحال ہوگی؟! ہوسکتا ہے وہ سب سے بری مخلوق کو چن لیں جبکہ خود بھی نہیں جانتے ہیں!

حق طلبوں کے لئے یہ دلائل کافی ہے اور جو اس سے زیادہ (دلیل) چاہتا ہے اس کے سامنے قرآن (جبکہ غافلوں کے کان میں آواز بلند کر رہا ہے) موجود ہے.

«وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ... * وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ * قُلْ إِنَّمَا يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ * فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَى سَوَاءٍ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَا تُوعَدُونَ * إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ * وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ * قَالَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ».[2] (اور ہم نے توارت کے بعد زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے *یقینا اس میں عبادت گزار قوم کے لئے ایک پیغام ہے *اور ہم

---

[1]- اعراف، 155.

[2]- انبیاء، 105-112.

نے آپ کو عالمین کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے * آپ کہہ دیجئے کہ ہماری طرف صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے تو کیا تم اسلام لانے والے ہو * پھر اگر یہ منہ موڑ لیں تو کہہ دیجئے کہ ہم نے تم سب کو برابر سے آگاہ کر دیا ہے۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ جس عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے* بیشک وہ خدا ان باتوں کو بھی جانتا ہے جن کا اظہار کیا جاتا ہے اور ان باتوں کو بھی جانتا ہے جن کو یہ لوگ چھپا رہے ہیں * اور میں کچھ نہیں جانتا شاید یہ تاخیر عذاب بھی ایک طرح کا امتحان ہو یا ایک مدّت معین تک کا آرام ہو * پھر پیغمبر نے دعا کی کہ پروردگار ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور ہمارا رب یقینا مہربان اور تمہاری باتوں کے مقابلہ میں قابل استعانت ہے)

مصلح منتظر کیوں؟

1- دین

الف: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ».[1] (اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے) اور معصومین علیہم السلام کی روایات میں آیا ہے یعنی: «اس لیے کہ مجھے پہچان لیں» پھر مصلح منتظر کا سب سے اہم ترین ذمے داری، لوگوں کو اللہ سبحان و تعالیٰ کی معرفت اور انہیں اللہ کی طرف ہدایت کرنا ہے کیونکہ وہ اللہ کے بندوں پر اللہ کی دلیل اور ہادی ہے۔

ب: رسولان علیہم السلام

مصلح منتظر کے دوسری ذمے داری لوگوں کو رسولوں علیہم السلام کی پہچان اور ان کی مظلومیت کا بتانا ہے۔ یہ کہ وہ اللہ کے جانشین بروئے زمین ہیں۔ ان کو اپنے حق سے دور رکھا گیا اور ان کی میراث غصب ہو گئی.

ج: رسالتوں اور پیغامات

مصلح منتظر علیہ السلام کی تیسری ذمے داری آسمانی پیغامات اور الہی قوانین (کو لوگوں تک) پہنچانا اور اس سے تحریفات اور باطل شے دور کرنا ہے اور حق و عقیدے وآئین اور اس شریعت کو آشکار کرنا ہے جو کہ اللہ سبحان تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو

اس لیے اصلاح دین کے لیے سب سے اہم ترین چیز جو مصلح منتظر علیہ السلام لاتا ہے وہ علم، معرفت اور حکمت ہے: «وَيُعَلِّمُهُمُ الكِتابَ وَالحِكمَةَ».[2] (انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے) امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے: «علم ستائیس (27) حروف پر مشتمل ہے اور انبیاء نے تمام چیزیں جو لیکر آئے ہیں وہ

---

[1]- ذاریات، 56

[2]- بقرہ 129

صرف دو حروف ہیں، لوگ آج تک، علم کے بارے میں، اس دو حروف کے سوا کچھ جانتے ہی نہیں پھر اگر قائم ظہور کرے علم کے باقی 25 حروف کو خارج اور لوگوں میں نشر کرے گا اور اس دو حروف کو بھی دوسرے کے ساتھ ملائے گا تاکہ علم کے 27 حروف لوگوں میں نشر ہو جائیں»[1]

2-دنیا

جیسے کہ تمام ادیان الٰہی میں آیا ہے کہ مصلح منتظر وہ ہے جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیتا ہے اس کے بعد کہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی اور یہ ایک معلوم اور مشہور حدیث ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ اور اہلِ بیت علیہم السلام کیجانب سے وارد ہوئی ہے اور شیعہ و سنی اسے روایت کرتے ہیں.[2]

---

[1]- مختصر بصائر الدرجات: ص 117؛ بحارالانوار: ج 52/ص 336.

[2]- یہ حدیث شیعہ و سنی سے روایت کی گئی ہے اور مختصر طور پر بہت سارے احادیث میں سے، کچھ احادیث کو بیان کرتا ہوں اہل سنت سے، سنن ابی داود اور دیگر منابع میں آیا ہے: ابو طفیل سے، علی رضی اللہ عنہ سے، رسول اللہ ﷺ فرماتا ہے: «اگر دنیا سے صرف ایک دن سے زیادہ باقی نہ رہے تو بھی یقینی طور پر اللہ تعالیٰ میرے اہلِ بیت میں سے ایک مرد کو بھیجے گا جو کہ اس (زمین) کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا؛ جیسے کہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی». (سنن ابی داوود: ج 2/ص 310)

حاکم نیشاپوری اپنی کتاب مستدرک میں، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتا ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ خوش اور مسرور ہو کر ہماری طرف تشریف لائے، اس طرح کے خوشی ان کے چہرے پر نمایاں تھی اور کسی چیز کے بارے میں ہم نے پوچھا نہیں مگر یہ کہ انھوں نے ہمیں جواب عنایت فرمائے اور ہم ایک لمحے کے لیے بھی خاموش نہیں رہے۔ اس وقت تک کہ بنی ھاشم کے کچھ جوانان ہمارے سامنے سے گزرے جن کے درمیان حسن و حسین علیہما السلام موجود تھے. جب (آنحضرت نے) ان کو دیکھا انہیں آغوش میں لیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے. ہم نے کہا: اے رسول خدا! مسلسل آپ کے چہرے پر کچھ دیکھتے ہیں جو کہ خوش نہیں لگ رہے ہیں انھوں نے فرمایا: «حقیقتاً اللہ نے ہم اہلِ بیت کے لیے دنیا کی جگہ آخرت کو چن لیا اور جلد ہی میرے اہل بیت کو شہروں میں دربدر اور تنہائی کا سامنا کرنا پڑے گا اس وقت تک کہ مشرق کیجانب سے سیاہ پرچم اٹھائے جائیں گے. وہ حق کو مانگیں گے لیکن انہیں نہیں ملے گا؛ پھر دوبارہ اسے مانگیں گے اور انہیں نہیں دیا جائے گا پھر دوبارہ مانگیں گے اور انہیں نہیں ملے گا پھر وہ جنگ کریں گے اور فتحیاب ہوں گے پھر اگر تم میں سے یا تمہاری نسلوں میں سے انہیں دیکھے تو اس کو چاہیئے میرے اہلِ بیت میں سے ایک

وہ کیا چیزیں ہیں جو حاکمیت الٰہی میں شامل ہیں جس کے نتیجے میں زمین عدل وانصاف سے پُر ہوگی؟ اس سے پہلے کہ اس اہم موضوع کے بارے میں بات کروں. میں چاہتا ہوں اس چیز پر روشنی ڈالوں جس کی اہمیت اس مبحث سے کم نہیں ہے، اور یہ چیز اس مبحث کے بارے میں بات کرنے کی ضرورت کو بھی واضح کر دیتی ہے یہ کہ ہم مسلمان شیعہ ہونے کے ناطے اور علامات و ظہور کی نشانیوں اور مصلح منتظر کے قیام

جو کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت علیہم السلام سے حدیث نقل ہوئی ہے (اس بات پر ہم سب متفق ہیں کہ) یہ ایام ظہور اور مصلح منتظر علیہ السلام کے قیام کے ایام ہیں اور طبعی طور پر جو اپنے ہوی و ھوس کے مطابق باتیں کرتا ہے اور روایات سے واقفیت نہیں رکھتا ہے۔ اس کی رائے ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا.

اس کے علاوہ عیسائیوں نے بھی اس ایام کو ایام ظہور اور مصلح منتظر علیہ السلام کے قیام کا وقت سمجھتے ہیں جو کہ یہ مصلح ان کی رائے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے. حتی میں نے ایک عیسائی پیشوا (پادری) سے ایک کتاب پڑھی جو کہ پچھلے صدی کے اوسط میں لکھی گئی تھی، اس کتاب میں یہ لکھا ہوا تھا: (رونما ہونا) قرائن اور ظہور کی نشائیوں اور ملکوت میں قیامت صغریٰ کا آغاز ہو چکا ہے.

امام کی طرف آجائے، حتی اگر برف پر سینہ کے بل بھی جانا پڑے؛ کیونکہ وہ سیاہ پرچم ہدایت کے جھنڈے ہیں جو اسے میرے اھلِ بیت میں سے ایک مرد کے حوالے کریں گے جن کا نام میرے نام اور ان کے والد کا نام، میرے والد کے نام جیسا ہے. وہ زمین کا مالک بنے گا اور اسے عدل و انصاف سے پر کرے گا جس طرح کہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی». (مستدرک، ج4، ص464)

اور شیعہ سے روایت کی گئی ہے: ابو بصیر سے، امام صادق علیہ السلام سے اور آنحضرت اپنے آباء علیہم السلام سے کہ فرمایا:

«رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہدی علیہ السلام میری اولاد میں سے ہے. ان کا نام میرے نام، ان کی کنیت میری کنیت ہے اور لوگوں میں سے خلقت و خلق و رفتار میں، مجھ سے سب سے زیادہ شبیہ ہے. ان کی غیبت اور حیرت کا دور ہوگا یہاں تک کے لوگ اپنے دین میں گمراہ ہو جائیں گے. اسی دوران، وہ ایک چمک دار ستارے کی طرح نیچے اترے گا اور زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا، جس طرح کہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی». (امامت و تبصرہ، ص119)

اور یہودی وہ ان ایام کو قیامت صغریٰ کے ایام سمجھتے ہیں اور حتی ان کے اکثر علما قطعی طور پر کہتے ہیں کہ یہ ایام، ایلیا علیہ السلام کی واپسی اور عالمی مصلح کے ظہور کے ایام ہیں کچھ دن پہلے (جو کہ زیادہ وقت نہیں گزرا) ان کا ایک گروہ جہازوں کے ذریعے فلسطینی مسلمانوں کے لیے کچھ تحریری اطلاع پھینک رہے تھے، جس میں وہ سرزمین مقدس کے دوسرے حصوں کا مطالبہ کر رہے تھے؛ کیونکہ قیامت صغریٰ کی گھڑی آ گئی ہے اور یہ ایام، آخری ایام ہیں. اور اس کے بعد سرزمین مقدس میں سوائے صالحین کے، اور کوئی باقی نہیں رہے گا؛ اور یہودیوں کے عقیدوں کے مطابق، صالحین سے مراد وہ خود لوگ ہیں.

اس صورتحال کے مطابق یہ بات واضح ہو گئی کہ تمام دین دار لوگ جو چیز انبیاء علیہم السلام سے صادر ہوئی ہے یا ان کی رائے کے مطابق اس چیز کی روایت ہونا صحیح ہے۔ اس بات کی دلیل سمجھتے ہیں کہ یہ دنوں، قیامت صغریٰ اور عالمی مصلح کے ظہور کے ایام ہیں جس کا سب انتظار کر رہے ہیں پھر اگر یہ ایام ان کے ظہور کے ایام ہوں اور آنحضرت وہی ہیں جو کہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا اس کے بعد کہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی، تو پھر ہمارے لیے واضح ہو جائے گا کہ (موجودہ) دنوں میں دنیا ظلم و جور سے بھر چکی ہے!

حال دو سوالات سامنے آتے ہیں:

پہلا: کیوں (دنیا) ظلم و جور سے بھر چکی ہے؟

اس سوال کا جواب پچھلے مطالب میں بیان ہو چکا ہے اور اگلے مطالب میں بھی اس کی طرف اشارہ کریں گے.

دوسرا: کیسے عدل و انصاف سے بھر جائے گا؟

اور یہ وہی بات ہے جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ اور سطریں، اللہ سبحان و تعالیٰ کی حاکمیت کے بارے میں تاکہ زمین عدل و انصاف سے پر ہونے کا ذریعہ بن جائے.

1- قانون (آئین اور دوسرے قوانین)

قانون بنانے والا اللہ سبحان تعالیٰ ہے وہ اس زمین اور اس کے رہائشیوں کا خالق ہے اور جو اھل زمین اور اس پر رہنے والوں کی صلاح میں ہے وہ جانتا ہے۔ منجملہ انسانوں، جنوں، جانوروں، پودوں اور دیگر مخلوقات کی صلاح جو ہم جانتے ہیں اور جو ہم نہیں جانتے ہیں. وہ ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں جانتا ہے اور جو کچھ انسانی جسم اور نفس کی بہتری کے لیے یا کلی طور پر انسانی مخلوق کی صلاح کے لیے ہیں وہ جانتا ہے۔ قانون کو چاہیئے ماضی، حال، مستقبل، انسانی جسم و نفس، ذاتی و معاشرتی مصلحت، اور دیگر تمام مخلوقات کی مصلحت حتیٰ جمادات مثلاً زمین، پانی، ماحولیات و... سب کی مصلحت کامد نظر رکھے.

حال اللہ سبحان و تعالیٰ کے سوا، کس منبع سے ان تمام چیزوں کی تفصیلات کو پہچان سکتے ہیں؟!

حالانکہ ان میں سے بہت چیزیں نا قابل ادراک ہیں اور سیکھ بھی نہیں سکتے ہیں؛ یعنی ان کو اور ان کی خصوصیات کو جان نہیں سکتے ہیں اور...

اس کے علاوہ اگر فرض کریں کوئی یہ سب تفصیلات کو جانتا ہے، تو پھر کیسے ایسے قانون ایجاد کر سکتا ہے کہ ان تمام تفاصیل کو مد نظر رکھتا ہو؟! حالانکہ عملاً، ان تفاصیل کے بعض دوسرے کے ساتھ تناقض میں ہیں۔ پھر مصلحت کس چیز میں ہے اور کونسا قانون میں مکمل آسکتا ہے؟

یقینی طور پر قانون الہی اور آسمانی شریعت کے سوا اور کہیں مصلحت نہیں ہو سکتا کیونکہ بنانے والا، مخلوقات کا خالق ہے اور وہ خفیہ اور نمودار امور کے بارے میں جانتا ہے اور امور کو جس طریقے سے چاہتا ہے سرانجام دے سکتا ہے وہ پاک و منزہ ہے ہر اُس چیز سے بالاتر ہے جو لوگ اس کے شریک بناتے ہیں!

2- بادشاہ یا حاکم

کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ رہبری جس طرح بھی ہو (یا لوگوں کی حاکمیت، آمریت یا ڈیموکریسی کی صورت میں یا اللہ سبحان و تعالیٰ کی حاکمیت) انسانی معاشرہ پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے کیونکہ

معاشرہ کم از کم فطری طور پر (اس رہبری کی اطاعت پر مجبور ہے) کیونکہ فطری طور پر انسان، اللہ سبحان و تعالیٰ کیجانب سے تعیین کئے گئے رہبر کی پیروی کرتا ہے.

«فِطْرَةَ اللهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیلَ لِخَلْقِ اللهِ ذَلِکَ الدِّینُ الْقَیِّمُ»؛ (یہ دین وہ فطرت الٰہیٓ ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے یقیناً یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے مگر لوگوں کی اکثریت اس بات سے بالکل بے خبر ہے) [1]

یہ رہبر وہی اللہ کے ولی اور جانشین بروئے زمین ہے اس لئے جب اللہ کے ولی کو اپنے حق (حکمرانی) سے محروم کیا جاتا ہے اور آئینہ جیسے فطرت انسانی، اس دنیا کی تاریکی سے پریشان اور آشفتہ حال ہو جاتا ہے، تو پھر انسان اللہ کے ولی اور ان کے بندوں پر حجت کے بدلے جو بھی رہبر ہو، اسے مانتا ہے تاکہ اپنے وجود کے اس نقص اور کمی کو پورا کردے حتیٰ کہ اگر یہ متبادل رہبر الٹ ہو اور بروئے زمین اللہ کے ولی کی دشمن اور بندوں پر اللہ کی حجت کی دشمن ہو.

پھر عام طور پر انسان، اس ہدایت کے مفاد پر عمل کرتا ہے جو کہ حاکم کے ذریعہ انجام پاتی ہے اور یہ ہدایت و رہبری دو حالتوں سے خارج نہیں . یا یہ رہبر اللہ کے ولی اور ان کے بندوں پر حجت ہے جو کہ اس صورت میں وہ اللہ سبحان و تعالیٰ کیجانب سے منصوب حاکم ہے یا کوئی دوسرا شخص ہے جو کہ اس صورت میں یا کوئی آمر ہے اور ظلم و تعدی سے مسلط ہوگیا ہے یا منتخب حاکم ہے اور آزاد جمہوری الیکشن کے ذریعے چناگیا ہے. اللہ سبحان و تعالیٰ کیجانب سے منصوب حاکم، (دراصل) اللہ کا ترجمان ہے کیونکہ وہ کوئی کلام نہیں کرتا مگر اللہ کے حکم کے مطابق اور اللہ کے حکم کے سوا کوئی چیز کو آگے پیچھے نہیں کرتا ہے.

لیکن عوام کی طرف سے منتخب حاکم یا آمر، قطعی طور پر اللہ سبحان و تعالیٰ کیجانب سے کلام نہیں کرتے ہیں.

---

[1] -روم، 30

اس مضمون سے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «جو شخص کسی بولنے والے کی بات سے (در حقیقت) اسے عبادت کی ہے؛ پھر اگر یہ بولنے والا اللہ کی طرف سے بات کہے، وہ شخص اللہ کی عبادت کی ہے اور اگر بولنے والا، شیطان کیجانب سے بات کہے، (تو وہ شخص در حقیقت) شیطان کی عبادت کی ہے». [1]

تو پھر بولنے والا یا اللہ کی طرف سے بولتا ہے یا شیطان کی طرف سے اور کوئی تیسری حالت موجود نہیں۔ اور اللہ کے ولی اور ان کے بندوں پر حجت کے سوا کوئی بھی حاکم (کسی بھی طرح) شیطان کیجانب سے بولتا ہے ہر کوئی اپنی کیفیت کی نسبت اور اپنے وجود میں باطل (عقیدہ) کے حساب سے!

اس معنی کے مطابق اہل بیتؑ کی حدیث میں آیا ہے: «قائمؑ سے پہلے ہر پرچم پرچم طاغوت ہے» [2]؛ مطلب کوئی بھی پرچم جس کے مالک کا قائمؑ کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں ہو.

اس لیے اللہ سبحان و تعالیٰ کیجانب سے منصوب حاکم اللہ کی طرف سے بولتا ہے اور وہ حاکم جو اللہ سبحان و تعالیٰ کیجانب سے منصوب نہیں ہے، وہ شیطان کی طرف سے بولتا ہے اور میں تاکید کرتا ہوں

---

[1] - کافی، ج 6، ص 434؛ عیون اخبار الرضاؑ، ج 2، ص 272.

[2] - اس حدیث کو کلینی اپنی کتاب کافی اور نعمانی نے اپنی کتاب غیبت میں روایت کیا ہے۔ کتاب غیبت نعمانی میں جو حدیث مذکور ہے یہ ہے: مالک بن اعین جھنی کہتا ہے: ابا جعفر امام باقرؑ سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا: «ہر پرچم جو قائم سے پہلے اٹھایا جائے- یا انھوں نے فرمایا کہ خروج کرے- اس پرچم کا صاحب، طاغوت ہے». کافی: ج 8/ ص 295؛ غیبت نعمانی: ص 115؛ وسائل الشیعہ (آل البیت): ج 15/ ص 52؛ فصول المہمہ فی اصول الائمہ: ج 1/ ص 451؛ بحار الانوار: ج 52/ ص 143؛ جامع احادیث شیعہ: ج 13/ ص 66؛ معجم احادیث امام مہدیؑ: ج 3/ ص 431.

صفار امام صادقؑ سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے مفضل کو فرمایا: «اے مفضل! ہر بیعت ظہور قائمؑ سے پہلے کفر، نفاق اور فریب کی بیعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بیعت کرنے والے اور جن کے لیے بیعت لی جارہی ہو، ان دونوں کو لعنت کرتا ہے...» (مختصر بصائر الدرجات، ص 183)

کہ اللہ کی طرف سے بولنے والا، دین و دنیا کی اصلاح کرتا ہے اور شیطان کیجانب سے بولنے والا، دین و دنیامیں فساد و تباہی پھیلائے گا۔

اللہ سبحان و تعالیٰ جو کچھ (انسانی) نفوس میں ہے سب جانتا ہے اور مصلح و مفسد کی پہچان کرتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے ولی و جانشین کو چن لیتا ہے اور منتخب کرتا ہے اور یہ جانشین ان کی مخلوقات میں سے سب سے اچھا اور زمین میں رہنے والوں میں سے سب سے بہتر فرد کے سوا کوئی نہیں اور سب سے شائستہ حکیم اور عقلمند ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اسے لغزشوں اور خطاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اسے صلاح اور اصلاح کے لیے نصرت کرتا ہے۔

لیکن جب لوگ اللہ سبحان و تعالیٰ کے انتخاب سے مقابلہ کرنے لگتے ہیں تو پھر ان (لوگوں) کا انتخاب، بدترین خلق خدا کے سوا کسی اور پر واقع نہیں ہوتا۔ موسیٰ علیہ السلام جو کہ ایک معصوم نبی تھے ان کے انتخاب میں عبرت لینے والوں کے لیے ایک سبق اور نصیحت لینے والوں کے لیے ایک تذکرہ اور سننے والے اور حق کی گواہی دینے والوں کے لیے نشانی موجود ہے۔ جب آنحضرت نے اپنی قوم میں سے ستر لوگ کو منتخب کیا جو ان کے عقیدہ کے مطابق بہترین تھے اور پھر ان کا فاسد ہونا واضح ہو گیا! [1]

---

[1] ۔سعد بن عبد اللہ قمی ایک لمبی حدیث میں امام مہدی علیہ السلام سے سوال کرتا ہے (جبکہ آنحضرت اپنے والد امام حسن عسکری علیہ السلام کی حیات میں کم عمری میں تھے) روایت کی گئی ہے:

... میں نے عرض کیا: اے میرے مولا مجھے اس دلیل کے بارے میں کہہ دیجیئے جو کہ لوگوں کے ذریعے امام کے انتخاب کو منع کر دیتا ہے۔ انھوں نے فرمایا: «مصلح یا مفسد»، میں نے کہا: مصلح۔ انھوں نے فرمایا: «کیا ممکن ہے لوگ مفسد شخص کو منتخب کریں جبکہ کسی کو پتہ نہ ہو کہ دوسرے فرد کے ذہن میں فساد یا صلاح کے بارے میں کیا گزر رہا ہے؟» میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ انھوں نے فرمایا: «دلیل یہی ہے اور اس دلیل کو اس برھان کے ساتھ تمہارے لیے واضح کروں گا۔ اس طرح کہ تمہاری عقل اس کے سامنے سر تسلیم خم کردے۔ مجھے اس رسولوں کے بارے میں خبر دو جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چنے گئے۔ ان پر کتاب بھیجی اور ان کو وحی و عصمت سے تأیید فرمایا۔ اس طرح کہ وہ امتوں میں برترین ہیں اور انتخاب کرنے میں بہترین لوگ ہیں؛ مثلاً عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام۔ کیا ان کی عقل کی عظمت اور علم کے کمال کی وجہ سے اگر وہ چاہتے کہ کسی شخص کو اپنے ارادہ و اختیار سے منتخب کریں تو کیا یہ امکان موجود ہے کہ کسی

3-اللہ سبحان کی حاکمیت میں قانون و حاکم، کمال اور عصمت کے حامل ہیں.

(اس کی بناء پر) لوگوں کے سیاسی، معیشتی اور معاشرتی صورتحال کی صلاح اور درستی قائم ہو جاتی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ عوام کی زندگی میں یہ تمام چیزیں، قانون اور حاکم پر متکی ہیں. کیونکہ یہ قانوں ہے جو اس چیزوں کو منظّم کرتا ہے اور یہ حاکم ہے جو اس پر عمل درآمد کردیتا ہے پھر اگر قانون اللہ سبحان کیجانب سے ہو اس کے (مختلف) پہلوؤں کا انتظام بہتر اور مکمل طور پر ہوگا اور جب حاکم، اللہ کے ولی و جانشین بروئے زمین اور اللہ کی مخلوقات میں سے سب سے اچھا ہو تو قانون الٰہی کی تطبیق اور عملدرآمد، مکمل اور سب سے احسن طریقے سے انجام پائے گا.

نیتجتًا اگر اسلامی امت، اللہ کی حاکمیت بروئے زمین کو مان لے۔ تو دنیا وآخرت میں بہترین پائے گی اور ان کی اولاد دنیا وآخرت میں سعادتمند ہوں گے؛

منافق شخص کا انتخاب کریں جبکہ وہ خود سوچتے ہیں کہ وہ مومن ہے؟» میں نے عرض کیا: نہیں. انھوں نے فرمایا: «یہ موسیٰ کلیم اللہ ہے جو کہ بہت عقلمند ہونے اور ان کے علم کا کمال اور ان پر وحی نازل ہونے کی وجہ سے اپنی قوم کے اعیان اور اشراف اور اپنے لشکر کے بزرگوں میں سے، ستر افراد کو اپنے رب کے میقات (وعدہ گاہ) کے لیے منتخب کیا. ان کی ایمان اور اخلاص میں کوئی شک و شبہہ موجود نہیں تھا، لیکن آنخضرت کا انتخاب، منافقوں پر واقع ہوگیا. (وہ سب منافق نکلے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اور موسیٰ اپنی قوم میں سے، ستر مردوں کو ہمارے میقات کے لیے چن لیا...) یہاں تک کہ فرماتا ہے: ہم کبھی تم پر ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ ہم اللہ کو واضح طور پر دیکھ لیں پھر ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر صاعقہ گرا. ابھی جو ہمیں معلوم ہوا یہ ہے کہ اس شخص جسے اللہ نے نبی بنایا ان کے انتخاب اور اختیار فاسد (افراد پر) واقع ہوا نہ کہ صالح پر۔ (جبکہ آنخضرت گمان کرتے تھے کہ انھوں نے سب سے صالح افراد کو چنا ہے نہ کہ سب سے فاسد افراد کو) تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی میں انتخاب کرنے کی صلاحیت موجود نہیں سوائے وہ جو سینوں میں مخفی اور جو ضمیروں کے اندر ہے اور چھپے ہوئے اندرونی مکر وفریب سے آگاہ ہے اس لیے انصار و مہاجرین کے انتخاب واختیار کے لیے کوئی ارجحیت موجود نہیں، وہ بھی اس کے بعد کہ انبیاء کا اختیار اھلِ فساد پر واقع ہوگیا جبکہ وہ اہلِ صلاح کو انتخاب کرنا چاہتے تھے....» کمال الدین: ص461؛ دلایل الامامۃ: ص515؛ بحارالانوار: ص96.

اور ایک طرف سے وہ امت جو اللّٰہ کی حاکمیت بروئے زمین کو مانتی ہے تو ان کی اولاد کی جانب سے سب سے اچھی نیکیاں آسمان کی طرف اٹھیں گی جو کہ (دراصل) اللہ کے ولی کی تبعیت اور اللہ کے راستے میں اخلاص ہے۔ اس صورت میں، آسمان کی جانب سے، سب سے اچھی نیکیاں ان پر اتریں گی یہ اللہ سبحان کی جانب سے توفیق ہی ہے۔ نتیجتاً یہ امت بہترین امتوں میں سے ہوگی جو لوگوں کے لیے آئی ہے (اور انھوں نے اس دین کو قبول کیا ہے) کیونکہ ایسی امت اللہ کے ولی اور بروئے زمین اللہ کے جانشین کو مان گئی ہے:

«وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ».[1] (اور اگر اہل قریہ ایمان لے آتے اور تقوی اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لئے زمین اور آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انہوں نے (رسولوں کو) تکذیب کی تو ہم نے ان کو ان کے اعمال کی گرفت میں لے لیا)

اور امتوں نے، جتنے بروئے زمین خلیفہ الہی کو مانا ہے اور جتنے ان کے دستورات اور فرامین پر عمل پیرا ہوئے ہیں اُتنا ہی ایک دوسرے پر فضیلت اور برتری کا اظہار کرتے ہیں اور اسی ترتیب سے امت جو امام مہدی علیہ السلام کو قبول کرتی ہے، بہترین امت ہوگی جو کہ لوگوں نے اب تک دیکھی ہے:

«كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ».[2] (تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منظر عام پر لایا گیا ہے تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو)

اور یہ لوگ تین سو تیرہ (313)، اصحاب قائم اور جو ان کی پیروی کرتے ہیں ہوں گے؛

لیکن اگر امت نے اللہ کے ولی اور بروئے زمین اس کے جانشین کو نہیں مانتی یہ سب سے بڑی حماقت ہوگی جو وہ انجام دیں گی. اور ان کے دین و دنیا تباہ ہو جائیں گے۔ دنیا میں پستی اور رسوائی اور آخرت میں جہنم میں ہوں گے اور یہ کتنا برا ٹھکانہ ہے!

---

[1] ۔اعراف، 96

[2] ۔آل عمران، 110.

آخر میں جس چیز پر تاکید کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں اعتقاد نہیں رکھتا کہ کوئی ایسا شخص موجود ہو جو کہ اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور ساتھ ہی اعتقاد رکھتا ہو کہ لوگوں کے بنائے ہوئے قانون اللہ سبحان و تعالیٰ کے قانون سے زیادہ بہتر ہے۔ اور ویسے ہی لوگوں کا منتخب حاکم اللہ سبحان و تعالیٰ کے منصوب حاکم سے زیادہ بہتر ہے. والحمد للہ وحدہ اور حمد و ثنا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو کہ واحد ہے.

«وَإِذَا رَأَوكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُواً أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللهُ رَسُولاً * إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلاً».[1] (اور جب آپ کو دیکھتے ہیں تو صرف مذاق بنانا چاہتے ہیں کہ کیا یہی وہ ہے جسے خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے *قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے منحرف کر دے اگر ہم لوگ ان خداؤں پر صبر نہ کر لیتے اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جب یہ عذاب کو دیکھیں گے کہ زیادہ بہکا ہوا کون ہے)

گنہ کار تقصیر کار

احمد الحسن

جمادی الاول 1425ھ.ق[2]

---

[1] -انبیاء، 36.

[2] - تیر ماہ 1383ھ.ش (مترجم) A.D.2004 July